AFKĀR *Journal of Islamic & Religious Studies*

Volume 6, Issue 4, December 2022, PP: 31-44

E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223

www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

پاکستان میں فرقہ پرستی اور تکفیری رجحان: وجوہات، اثرات اور حل

The Dilemma of Sectarianism in Pakistan: Causes, Effects, and Solutions

Anwar Ali

SST, Government Higher Secondary School Topi, Swabi, Pakistan

ABSTRACT

The dilemma of sectarianism and sectarian violence in Pakistan is still existing for a few decades. Generally, sectarianism is conducted to reproduce religious violence and reinforce exclusivist sectarian discourse. In fact, sectarianism brings intolerance and religious extremism to the religious groups of Pakistani society. Due to such an extreme tendency toward sectarianism, one religious group consider the other as an unbeliever. Although, the teachings of Islam explicitly tender that disagreement of the jurists is a blessing and existed since the era of the Holy Prophet (peace be upon him) till today. The caliphs, followers, followers of the followers, and Muslim jurists have diverse opinions on many issues, but none has considered the other as a non-believer. Islam is the religion of peace and teaches about harmony and tolerance. The dialogue environment must be encouraged in a decent manner and respectful way so the tendency to declare someone an unbeliever is restricted. Sectarianism has become a phenomenon in Pakistan and this paper represents a contemporary analysis of sectarianism in Pakistani society by contextualizing its causes. This study indicates the wider fault lines of religious sectarianism and draws out the impacts of sectarian violence in Pakistani society. Finally, this research presents a conclusion to solve the issue of sectarianism and Sectarian Discourse established in Pakistan through organized religious groups.

Keywords: *Pakistan, Sectarianism, Religious Violence, Islam.*

*Corresponding author's email: anwaraliphd@gmail.com

BY

تمہید:

آج پاکستان سیکیورٹی مسائل اور داخلی امن وامان کے بدترین مراحل سے گزر رہا ہے۔ دہشت گردی اور فرقہ واریت نے کبھی اتنی شدت اختیار نہیں کی جتنی گذشتہ ڈیڑھ عشرے سے بام عروج پر ہے۔ مساجد، مدارس، امام بارگاہیں، تعلیمی و قانون نافذ کرنے والے ادارے، قومی ادارے، عوامی اجتماعات، بازار، کاروباری مراکز حتیٰ کہ قبرستان وغیرہ تک محفوظ نہیں اوران وحشیانہ کارروائیوں اور پر تشدد واقعات میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے جس سے ملک بدامنی اور لاقانونیت کے گھمبیر مسائل سے دوچار ہے جس نے ملک کے مجموعی سماجی، معاشی اور سیاسی ڈھانچے کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے مگر بدقسمتی سے دیگر مسلم ممالک کے برعکس یہاں فرقہ واریت اپنے کمال کو ہے، دین ایک مگر اس پر عمل کرنے کا انداز جدا جدا۔ اور اسی تفریق نے کئی ایسے گروہوں کو جنم دیا جو اپنے مفادات کی خاطر کچھ بھی کر گزرنے سے نہیں ہچکچاتے۔ نتیجتاً ملک اندرونی خلفشار سے دوچار ہو گیا جس کی صرف اور صرف ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے فرقہ واریت، جس نے دہشت گردی جیسی عفریت کو جنم دیا۔ پاکستان کو مذہبی تقسیم اور فرقہ واریت برطانوی انٹیلی جنس سروس انڈیا سے ورثہ میں ملی تھی جس نے نوآبادیاتی راج کے دوران مختلف مذہبی طبقات کو جنم دیا۔ ان مذہبی طبقات نے آزادی ہند کو دبانے کیلئے اکثر و بیشتر مختلف فرقہ وارانہ عناصر سے جوڑ توڑ کی۔[1] مسلم دنیا میں ہمیں دو قسم کے مسلح گروہ نظر آئیں گے، ایک فرقہ وارانہ اور دوسرے سیاسی و مذہبی۔ آخرالذکر گروہ کی مزید دو ذیلی شاخیں ہیں، ایک وہ جو اپنے علاقے کو دشمنوں سے خالی کرانا چاہتا ہے اور دوسرا وہ جو تکفیری[2] ہے اور دہشگردی پھیلا رہا ہے یعنی فرقہ وارانہ جتنے بھی گروہ ہیں سب تکفیری ہیں اور پاکستان بنیادی طور پر تکفیری گروہ کی کارروائیوں کا مرکز ہے۔[3] ان کارروائیوں کی بنیادی وجہ، عراق، ایران اور سعودی مخاصمت ہے۔ کیونکہ ایران عراق جنگ کے بعد جب ایران نے پاکستان میں موجود اپنے تمام وسائل کو متحرک کرنا شروع کیا تو ایران مخالف عرب ممالک بھی پاکستان میں متحرک ہو گئے اور ایران کی طرح انہوں نے بھی پاکستان پر خرچ کرنا شروع کر دیا۔ یہی وہ دور تھا جب پہلی بار پاکستان میں فرقہ وارانہ سطح پر تکفیر کا تصور پیدا ہوا۔[4]

فرقہ واریت:

اسلام میں اختلاف کو رحمت قرار دیا گیا ہے اور قرآن وسنت کے دلائل کی روشنی میں کسی پیش آمد مسائل کے حل کیلئے آئمہ کرام نے ان مسائل کے حل پیش کیے ہیں۔ اور ان کے مابین کوئی ذاتی اختلافات نہ تھے بلکہ وہ ایک دوسرے کا بہت احترام کرتے تھے۔ ان کے مابین اختلاف کی نوعیت اختلاف برائے اصلاح تھی نہ کہ اختلاف برائے اختلاف۔ ہر عوام و خواص اور اہل علم یہ سمجھتے ہیں کہ مذہبی اختلافات اور فرقہ بندی اسی صدی یا اس سے قبل چند سالوں کی پیداوار ہیں حالانکہ یہ انکی غلط فہمی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے صدیوں پہلے یہ خبر دی کہ:

> "حضرت معاویہ بن ابو سفیانؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے
> درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا خبردار ہو جاؤ کہ تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (72)
> فرقوں میں بٹ گئے تھے اور عنقریب یہ امت تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی۔
> 72 فرقے تو جہنم میں جائیں گے اور ایک ہی فرقہ جنت میں جائے گا وہی سب سے
> بڑی جماعت ہے"۔[5]

حضور اکرم ﷺ کی صحیح حدیث کے مطابق تہتر (73) فرقوں کا وجود عالم دنیا میں ہونا ضروری ہے اور یہ تفرقہ بعد وصال حضرت محمد ﷺ کے پڑا، اور وہ منافق جو کہ ظاہر میں خوف جہاد اور قتل سے ایمان لائے تھے کھل کر اور گروہ در گروہ الگ الگ ہو کر مشورہ کرنے لگے۔[6] فرقہ واریت سے پیدا ہونے والے اثرات اور اس کے اسباب و علل کا جائزہ لینے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کے مذہبی فرقہ واریت کیا ہے؟ مذہبی عمرانیات میں فرقہ کی اصطلاح ایک مخصوص قسم کے گروہ کی نامزدگی کے لیے استعمال ہوتی ہے۔[7] عموماً فرقہ لوگوں کی ایک ایسی جماعت ہے جو ایک ہی مذہب سے تعلق رکھنے والے دیگر افراد کی نسبت مخصوص اور منفرد آراء رکھتی ہے۔ فرقہ کا لفظ ان لوگوں کیلئے استعمال ہوتا ہے جو اپنے منفرد نام اور مقامات معبودیت کے لحاظ سے ایک جدا اور منظم گروہ رکھتے ہوں۔[8]

مذہبی فرقہ واریت:

انسانی مزاج کی تنوعات، فکر و نظر کی نیرنگیاں، عقل و فہم کے نشیب و فراز، غور و فکر میں کھلا تفاوت اور تاثرات واحساسات کی اپنی مستقل دنیا، یہ وہ ناقابل انکار حقائق ہیں جو تعبیر مذہب کے ضمن میں پوری طرح دیکھے جا سکتے ہیں۔ مذہبی تعبیرات کے تنوعات سے افکار بنتے ہیں اور افکار سے نظریات و عقائد۔ پھر یہ نظریات و عقائد اپنے ہم خیال کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں جس کے نتیجے میں مذہب مختلف فرقوں میں بٹ جاتا ہے اور رفتہ رفتہ تعصب و عناد کی فضائیں تخلیق پاتی ہیں اور یہ تعصب تفرق کی مکروہ صورت میں ظاہر ہو فرقہ واریت کا روپ دھار لیتی ہیں اور بعد ازاں یہی فرقہ واریت قتل و غارت کو جنم دیتی ہے۔ یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جب مذہب کے نام پر خود مذہب سمیت ہر انسانی قدر خطرے میں پڑ جاتی ہے اور انسانیت مذہب کے نام پر انسانیت کے خون کی پیاسی ہو جاتی ہے۔

قرآن کا تصور وحدت امت:

ارشاد الٰہی ہے:

(ترجمہ): ابتدائے آفرینش میں تمام انسان ایک گروہ تھے۔[9]

ان میں تفریق وانتشار کا کوئی وجود نہ تھا پھر ایک وقت آیا کہ (ترجمہ): تو وہ اختلافات کا شکار ہو گئے۔[10]

(ترجمہ): تو اللہ نے انبیاء کے ذریعے رہنمائی کا سلسلہ شروع کیا۔[11]

سب سے پہلے جس انسان کو پیدا کیا تھا اس کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ حقیقت کیا ہے اور تیرے لیے صحیح راستہ کون سا ہے اس کے بعد ایک مدت تک نسل آدم راہ راست پر قائم رہی۔ پھر لوگوں نے نئی نئی راہیں تلاش کیں، اور اس خرابی کو دور کرنے کیلئے اللہ تعالی نے انبیاءؑ کو مبعوث کرنا شروع کیا۔ ان کے بھیجے جانے کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کے سامنے اس کھوئی ہوئی راہ حق کو واضح کر کے انہیں پھر سے ایک امت واحدہ بنا دیں۔ مولانا ابوالکلامؒ اپنی تفسیر میں اسی بات کو مخصوص ادبی انداز میں یوں لکھتے ہیں:

> "ابتدا میں انسانی جمعیت کا حال یہ تھا کہ لوگ قدرتی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان میں نہ تو کسی طرح کا باہمی اختلاف تھا، نہ کسی طرح کی مخاصمت۔ سب کی زندگی ایک ہی طرح کی تھی، اور سب اپنی قدرتی یگانگت پر قانع تھے پھر ایسا ہوا کہ نسل انسانی کی کثرت اور ضروریاتِ معیشت کی وسعت سے طرح طرح کے اختلافات پیدا ہو گئے

،اور اختلافات نے تفرقہ و انقطاع اور ظلم و فساد کی صورت اختیار کر لی۔ ہر گروہ دوسرے گروہ سے نفرت کرنے لگا اور ہر زبردست زیر دست کے حقوق پامال کرنے لگا۔ جب یہ صورت حال پیدا ہوئی تو ضروری ہوا کہ نوعِ انسانی کی ہدایت اور عدل و صداقت کے قیام کیلئے وحی الٰہی کی روشنی نمودار ہو، چنانچہ یہ روشنی نمودار ہوئی اور خدا کے رسولوں کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ قائم ہو گیا"۔[12]

علامہ مشرقیؒ امت واحدہ کے تصور، اللہ کے پروگرام اور قانونِ مشیت کو اپنی تصنیف "حدیث القرآن" میں یوں بیان کرتے ہیں:

سورہ ہود میں حسبِ ذیل حیرت انگیز آیت تمام دنیا کے انسانوں کے ایک امت ہونے اور ان کی وحدت مذہب کے متعلق ہے جس میں صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ بنی نوع انسان کو پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ ایک امت بن کر رہے اور اگر ایسا نہیں ہو گا تو تمام مخلوق خدا سے جہنم کو بھر دیا جائے گا۔[13]

قرآن کریم میں ہے کہ:

(ترجمہ): اگر خدا اپنی مرضی کے مطابق کرتا تو ضرور بنی نوع انسان کو ایک امت بنا دیتا، لیکن انسان اپنی مرضی کے مالک ہو کر ہمیشہ اختلاف ہی کرتے رہتے ہیں الا وہ لوگ جن پر خدا کی رحمت ہو اور اسی وحدت کیلئے انسان کو پیدا کیا اور اگر یہ نہ ہوا تو تیرے خدا کا قول پورا ہو کر رہے گا کہ میں ضرور جہنم کو تمام جن و انس سے بھر کر رہوں گا۔[14]

زمان و مکاں کی دوری اور اختلاف کے باوجود تمام انبیاء کرامؑ کو امت واحدہ کہا گیا ہے خدا نے تمام نبیوں کو ایک ہی دین دے کر بھیجا اگر لوگ اسی اصل دین پر قائم رہتے تو ایک ہی امت بنے رہتے لیکن لوگوں نے اپنی طرف سے نئی نئی بحثیں نکال کر دین کے مختلف ایڈیشن تیار کر لیے کسی نے ایک کو لیا کسی نے دوسرے کو اس طرح ایک دین کئی ادیان میں تقسیم ہو کر رہ گیا۔

اختلافات اور ان کی نوعیت و حقیقت:

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تمام اسلامی فرقوں کے درمیان بنیادی و اعتقادی اقدار مشترک ہیں۔ اسلامی عقائد کا سارا نظام انہی مشترک بنیادوں پر استوار ہے۔ سب مسلمان توحید، رسالت، وحی اور کتب سماوی کے نزول، آخرت کے انعقاد، ملائکہ کے وجود، رسول کریم ﷺ کی خاتمیت، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسے مسائل پر یکساں ایمان رکھتے ہیں اور اگر کہیں اختلاف ہے تو صرف فروعی حد تک، اور وہ بھی ان کی علمی تفصیلات اور کلامی شروحات متعین کرنے میں ہے۔ کیونکہ اس سے عقائد اسلام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جب کوئی اثر نہیں پڑتا تو کیا وجہ ہے کہ ایک خدا، ایک نبی، ایک کتاب، ایک دین اور ایک قبلہ کے ماننے والوں کے درمیان اتحاد و یگانگت کے لازوال رشتے قائم نہ کئے جا سکے اور امت واحدہ کا تصور ایک زندہ جاوید حقیقت نہ بن سکا۔

عبد الکریم اثری اپنی تفسیر عروۃ الوثقیٰ میں فرماتے ہیں کہ:

"جس تفریق و اختلاف کی مذمت ہے اس سے مراد وہ تفریق ہے جو اصول دین میں ہو

یا فروع میں نفسیات کے غلبہ کی وجہ سے ہو جس سے تفریق بین المومنین ہو جائے ۔اجتہادی اختلاف جبکہ اصول اجتہاد کے مطابق ہو تو وہ ہرگز آیت مذکورہ (اور تم فرقہ پرستی میں مت پڑو) کے خلاف اور مذموم نہیں البتہ اس اجتہاد میں اختلاف کے ساتھ جو معاملہ آج کل کیا جاتا ہے اس کی بحث و مباحثہ کو دین کی بنیاد بنا لیا جاتا ہے اور اس پر باہم جنگ و جدل اور سبّ و شتم تک نوبت پہنچادی جاتی ہے اور یہ طرز عمل بلاشبہ (تم فرقہ پرستی میں مت پڑو) کی کھلی مخالفت اور مذموم اور سنت کے بالکل خلاف ہے ۔اسلاف امت میں کبھی کہیں نہیں سنا گیا کہ اجتہاد اختلاف کی بنا پر اپنے سے مختلف نظریہ رکھنے والوں پر اس طرح نکیر کیا گیا ہو"۔[15]

علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

حرم پاک بھی، اللہ بھی ، قرآن بھی ایک

کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

بنیادی طور پر علامہ اقبال مسلمانوں میں پائے جانے والے تمام تر لسانی اور فرقہ وارانہ اختلافات کے باوجود اس امر کے خواہاں تھے کہ ایک متحد مسلم دنیا کا وجود عمل میں آ جائے تاکہ مسلمان ایک مضبوط اور بڑی طاقت بن کر ابھریں کیونکہ وہ اسلام پسند تھے۔ ہمارے دشمن چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو قومی ریاستوں میں تقسیم کیا جائے پھر ان قومی ریاستوں کو نسلی، لسانی اور فرقہ وارانہ تصورات میں توڑا جائے وہ اس حکمت عملی سے امت مسلمہ کو کمزور اور ٹکڑوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔[16]

ہمارے معاشرے میں وحدت کی فضا اسی وقت قائم ہو سکتی ہے جب مسلمان ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں ایک دوسرے کے عقائد و احکام کا مطالعہ کریں طمع و حرص کی پیروی سے اجتناب کریں انما المومنون اخوۃ کے تتبع میں باہمی اختلافات و تفرقہ کی بجائے آپس میں متحد ہو جائیں تو یقیناً وہ وقت دور نہیں جب ہر طرف نعرۂ اتحاد کی فضا گونجے گی اور سارے مسلمان ایک پرچم تلے یہ آواز دیتے ہوئے نظر آئیں گے۔

(ترجمہ): اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔[17]

قرآن میں فرقہ واریت کی مذمت و ممانعت:

1 ۔ تفرقہ شرک ہے:

قرآن تفرقہ کی مذمت کرتا ہے اور اسے شرک اور موجبِ عذاب بتاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

(ترجمہ): اور نہ ہو جاؤ ان مشرکین میں سے جنہوں نے اپنا اپنا دین الگ بنا لیا ہے اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں، ہر ایک گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی میں وہ مگن ہے۔[18]

علامہ مشرقی فرماتے ہیں:

"قرآن نے مشرک کی تعریف صاف اور غیر مشکوک الفاظ میں یوں کی ہے کہ مشرک وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور الگ الگ فرقے بنا لیے۔ایک مشہور آیت یہ بھی ہے کہ خدا تمام گناہوں کو بخش دے گا لیکن مشرک کو کبھی نہ بخشے گا اگر مسلمان کا ان دونوں حقیقتوں پر ایمان ہے تو کوئی مسلمان کسی فرقے میں لازماً شامل نہیں ہو سکتا"۔[19]

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں:

"یہ اشارہ ہے اس چیز کی طرف کہ نوعِ انسانی کا اصل دین وہی دین فطرت ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے یہ دین مشرکانہ مذاہب سے بتدریج ارتقاء کرتا ہوا توحید تک نہیں پہنچا ہے، جیسا کہ قیاس و گمان سے ایک فلسفہ مذہب گھڑ لینے والے حضرات سمجھتے ہیں بلکہ اس کے برعکس جتنے مذاہب دنیا میں پائے جاتے ہیں یہ سب کے سب اُس اصلی دین میں بگاڑ آنے سے رُونما ہوئے ہیں،اور یہ بگاڑ اس لیے آیا ہے کہ مختلف لوگوں نے فطری حقائق پر اپنی اپنی نو ایجاد باتوں کا اضافہ کر کے اپنے الگ دین بنا ڈالے۔اور ہر ایک اصل حقیقت کے بجائے اس اضافہ شدہ چیز کا گرویدہ ہو گیا جس کی بدولت وہ دوسروں سے جدا ہو کر ایک مستقل فرقہ بنا تھا اب جو شخص بھی ہدایت پا سکتا ہے وہ اسی طرح پا سکتا ہے کہ اُس اصل حقیقت کی طرف پلٹ جائے جو دین حق کی بنیاد تھی اور بعد کے تمام اضافوں اور ان کے گرویدہ ہونے والے گروہوں سے دامن جھاڑ کر الگ ہو جائے اُن کے ساتھ ربط کا جو رشتہ بھی وہ لگائے رکھے گا وہی دین میں خلل کا موجب ہو گا"۔[20]

2۔ جنت کسی خاص گروہ کیلئے مختص نہیں:

جنت پر کسی کی اجارہ داری نہیں جیسا کہ ہر فرقہ سمجھتا ہے،ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(ترجمہ): اور (یہودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ ان کے سوا کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔ یہ ان لوگوں کے خیالاتِ باطلہ ہیں (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔ہاں جو شخص اللہ کے آگے گردن جھکا دے (یعنی ایمان لے آئے) اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اُس کا صلہ اُس کے پروردگار کے پاس ہے اور ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی رستے پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی رستے پر نہیں حالانکہ وہ (کتابِ الٰہی) پڑھتے ہیں۔اسی طرح بالکل انہی کی سی بات وہ لوگ کہتے ہیں جو (کچھ) نہیں جانتے (یعنی مشرک) تو جس بات میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا فیصلہ کر دے گا۔[21]

جنت پر کسی کی اجارہ داری نہیں کیونکہ کسی گروہ سے وابستگی کسی کو جنت کا مستحق نہیں بناتی جنت کا فیصلہ آدمی کے اپنے عمل کی بنیاد پر

کیا جاتا ہے نہ کہ گروہی فضیلت کی بنیاد پر۔ ہر گروہ اپنے حسب حال حق و باطل کا ایک خود ساختہ معیار بنالیتا ہے اور جب اس معیار کی روشنی میں دیکھتا ہے تو لا محالہ اسے اپنی ذات بر حق اور دوسروں کی ذات بر سر باطل نظر آتی ہے۔ یہ آیات اگرچہ یہود و نصاریٰ کا مزاج بتا رہی ہیں لیکن ہر دور میں فرقہ پرستوں کی یہی روش رہی ہے۔ مولانا آزادؒ لکھتے ہیں:

> جس طرح انسانی سچائی کا مزاج ہمیشہ ایک ہی طرح کا رہا ہے اسی طرح انسانی گمراہی کا مزاج بھی ایک ہی طرح کا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر زمانہ میں منکرین حق نے ایک ہی طریقہ پر سچائی کو جھٹلایا ہے اور ایک ہی طریقہ کی صدائیں بلند کی ہیں۔[22]

3۔ تفرقہ سے بچنا:

سورہ العمران میں اتفاق و اتحاد سے رہنے اور تفرقہ نہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(ترجمہ): اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور اللہ کی اُس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی اور تم اُس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اُس سے بچالیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔[23]

تمام مسالک کے نزدیک حبل اللہ سے مراد قرآن مجید ہی ہے۔ تفسیر صافی میں ہے کہ:

> "سب مل کر اللہ کے دین کو یا اس کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لو اس لیے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ قرآن مجید کیلئے حبل کا استعارہ استعمال کیا ہے اور اس سے بندھ جانا اعتصام ہے اس لیے کہ قرآن سے تمسک رکھنا ہلاکت سے نجات کا باعث ہے اور جس طرح مضبوط رسی سے بندھ جانے کے بعد گڑھے میں گرنے کا خطرہ نہیں رہتا"۔[24]

مولانا عبد الحہ فاروقی فرماتے ہیں:

> فتح و کامرانی کیلئے ایک ضروری عنصر یہ ہے کہ ساری قوم اس حبل اللہ یعنی قرآن حکیم کو مضبوطی سے پکڑ لے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے آنے والے فتنوں کا ذکر کیا تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس سے بچنے کی کیا صورت ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا قرآن سے تمسک واعتصام کرو۔[25]

4۔ شاہراہ کو نہ چھوڑنے کا حکم:

(ترجمہ): اور یہ کہ میرا سیدھا رستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور دوسری پگڈنڈیوں پر نہ چلنا کہ (اُن پر چل کر) اللہ کے رستے سے الگ ہو جاؤ گے، ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم پرہیز گار بنو۔[26]

امین احسن اصلاحیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

خدا کی بتائی ہوئی راہ یہی ہے اور یہی ابراہیمؑ کی بتائی ہوئی راہ ہے جس پر چلنے کی انہوں نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی، اس راہ سے ہٹ کر جو کج پیچ کی راہیں نکال لی گئی ہیں ان سے بچو وہ ساری راہیں اس صراط مستقیم سے دور اور ملت ابراہیم سے گمراہ کرنے والی ہیں۔ [27]

5۔ فرقہ پرستوں سے نبی ﷺ کی لاتعلقی:

(ترجمہ): جن لوگوں نے اپنے دین میں (بہت سے) راستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہوگئے ان سے آپ ﷺ کا کوئی تعلق نہیں۔ ان کا کام اللہ کے حوالے پھر جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں وہ اُن کو (سب) بتائے گا۔ [28]

مولانا مودودیؒ تفہیم القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس ارشاد کا اصل مدعا یہ ہے کہ اصل دین ہمیشہ سے یہی رہا ہے اور اب بھی یہی ہے کہ ایک خدا کو رب اور الٰہ مانا جائے۔ بعد میں جتنے مختلف مذاہب بنے وہ سب کے سب اس طرح بنے کہ مختلف زمانوں کے لوگوں نے اپنے ذہن کی غلط اُپج سے خواہشات نفس کے غلبہ سے یا عقیدت کے غلو سے اس دین کو بدل ڈالا اور اس میں نئی نئی باتیں ملائیں، اس کے عقائد میں اپنے اپنے اوہام اور قیاسات اور فلسفوں سے کمی بیشی اور ترمیم و تحریف کی۔ اس کے احکام میں بدعات کے اضافے کیے، خود ساختہ قوانین بنائے۔ جزئیات میں موشگافیاں کیں فروعی اختلاف میں مبالغہ کیا اہم کو غیر اہم اور غیر اہم کو اہم بنایا۔ [29]

مولانا ثناءاللہ امر تسریؒ تفسیر ثنائی میں لکھتے ہیں:

جن لوگوں نے دین میں پھوٹ ڈال رکھی ہے اور الگ الگ جماعتیں بنے ہوئے ہیں اصل دین الٰہی کو چھوڑ کر اپنے اپنے راگ الاپتے ہیں اے رسول ﷺ تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ نہیں کہ تجھے ان کی وجہ سے بازپرس ہو ان کا اختیار سب اللہ کو ہے۔ [30]

6۔ دین کو قائم اور تفرقہ کو ترک کرنا:

(ترجمہ): اس نے تمہارے لئے دین کا وہی رستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے کا) نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمد ﷺ!) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اسمیں پھوٹ نہ ڈالنا۔ [31]

7۔ تفرقہ عذاب الٰہی:

(ترجمہ): کہ دو کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کردے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔[32]

ان آیات میں بالصراحت تفرقہ کو عذاب خداوندی کہا گیا ہے۔ اختلاف ایک حد تک نئی علمی راہیں کھولنے کیلئے اچھی شے ہے لیکن جب ضد اور عناد شامل ہو جائے تو عذاب کی صورت اختیار کرلیتا ہے پھر اسے رحمت نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اللہ سے دعا کرنی چاہیے کہ اس عذاب سے نجات عطا فرمائے۔

8۔ تفرقہ بازی فرعونی ذہنیت کی عکاس:

(ترجمہ): بے شک فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا اور وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کرنا چاہتا تھا۔[33]

اس آیت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ گروہ بندی اور فرقہ بازی فرعونی فعل اور سنت ہے اور اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اسلام اختلافات اور تفرقوں کو مٹانے آیا ہے۔

9۔ نزاع و اختلاف کمزوری کا باعث:

نزاع و اختلاف یقیناً کمزوری کا باعث ہوتا ہے اور آپس کی خانہ جنگیوں سے دشمن فائدہ اٹھاتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے:

(ترجمہ): اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور تنازعہ نہ کرو ورنہ کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور ثابت قدم رہو۔[34]

10۔ فرقہ پرستوں سے بیزاری کا اظہار:

اسلام فرقہ پرستی کی تربیت و تبلیغ نہیں بلکہ بیزاری اور مذمت کا اظہار کرتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

(ترجمہ): جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں۔[35]

اسلئے مومنین کو منع کیا گیا کہ وہ اس مسجد میں جا کر کھڑے بھی نہ ہوں کیونکہ اہل ایمان میں تفرقہ کی غرض سے کیا گیا کوئی بظاہر اچھا کام بھی ہو تو بھی اس سے دور رہنا چاہئے اور اتفاق و تعاون نہیں کرنا چاہئے۔

11۔ تفرقہ شرک سے بھی بدتر عمل:

حضرت موسیٰؑ کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی جو یقیناً کھلا شرک ہے حضرت موسیٰؑ واپس آئے تو حضرت ہارونؑ سے اس بابت جو دریافت کیا اسے قرآن میں اس انداز میں بیان کیا گیا ہے:

(ترجمہ): ہارون! جب تم نے ان کو دیکھا کہ وہ گمراہ ہو رہے ہیں تو تمہیں کس چیز نے روکا۔[36]

تو حضرت ہارونؑ نے جو توجیہات پیش کیں ان میں سے ایک قرآن کریم میں یوں بیان کی گئی ہے:

(ترجمہ): میں تو اس سے ڈرا کہ آپ یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کو ملحوظ نہ رکھا۔[37]

اس سے ثابت ہوا کہ کبھی کبھار تفرقے سے بچنے کیلئے کچھ دیر کیلئے شرک کو بھی برداشت کرنا پڑ جاتا ہے۔

فرقہ واریت کے اسباب:

فرقہ واریت کی کوئی دینی اور اسلامی بنیاد نہیں ہے البتہ مختلف مسائل پر اہل علم میں اختلافِ رائے ہو سکتا ہے۔ خود صحابہ کرامؓ میں حکمت و دانش کے لحاظ سے مختلف معاملات میں اختلاف رائے تاریخ کا حصہ ہے۔ یہ درست ہے کہ کچھ معاملات میں ایک خاص گروہ یا فرد صراط مستقیم پر تھا یا حقیقت کے قریب تر لیکن ہر ایک نے ان اختلافی معاملات میں فہم و فراست اور تشریحات کو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے ہی اخذ کیا ہے۔[38] لیکن اس سے فرقے جنم لیں یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔ دین کی اساسیات میں کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا اور نہ ہی معقول سوچ کے لوگوں میں ہو سکتا ہے۔ عالم اسلام میں فرقہ واریت کے درج ذیل اسباب ہیں۔

1۔ ترک قرآن:

مذہبی فرقہ واریت کا سب سے بڑا اور بنیادی سبب یہی ہے کہ ہم نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے اسے ایک ضابطہ حیات اور نصب العین سمجھنے کی بجائے محض ثواب کی خاطر میراث میں ملی ایک ایسی کتاب کی صورت میں قبول کیے ہوئے ہیں جسے صرف اپنے نظریات کی تائید کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ جس سے فرقہ واریت کو فروغ مل رہا ہے اور یہ وہی کیفیت ہے جسے قرآن (اصل باتوں کو ان کے صحیح مفہوم سے بدل دینا) سے یاد کرتا ہے۔ پہلے سے قائم مزعومہ نظریات لے کر قرآن کے سامنے آتے ہیں اور ان عقائد و نظریات کو قرآن سے کشید کرنے کے جوہر دکھلاتے ہیں۔ قرآن کو حق تدبر نہ دینا وہ مجرمانہ غفلت ہے جس کا خمیازہ فرقہ واریت کی صورت میں ہمیں بھگتنا پڑ رہا ہے۔

2۔ غلو:

مذہبی فرقہ واریت کا دوسرا بڑا سبب مذہبی معاملات میں غلو ہے، اپنے فہم دین کو الفرقان کی حیثیت دے کر سارے جہاں کی مذہبیت کو اسی کسوٹی پر لا کھڑا کر دیا جاتا ہے اور اپنے فہم سے ٹکراتے ہوئے ہر دوسرے فہم کو گمراہی اور باطل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

3۔ بغی:

قرآن نے جابجا اختلاف اور تفرقہ کی ایک وجہ بغی[39] بتائی ہے۔ فرقہ وارانہ فضا کے قیام اور پختگی میں کارفرما عناصر میں مضبوط ترین عنصر بغی ہے۔ اس مرض کے مریض اہل مذہب معاونت کی بنیادوں پر تعمیری سفر کرنے کی بجائے موجودہ تعمیر کو بھی پیوند خاک کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ وہ مہلک مرض ہے جس کے ہوتے ہوئے وحدت امت کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

4۔ نیم مذہبی قیادت:

کسی دینی غرض سے بنائی جانے والی تنظیموں اور جماعتوں کیلئے معقول معیار نہ ہونا بھی فرقہ واریت کا سبب رہا ہے۔ رہبان اور احبار یعنی مذہبی پیشوائیت بھی دین سے دوری کا باعث بنتے ہیں۔ مطلوبہ دینی مقاصد شاید اتنے نہیں جتنی ہمارے ہاں تنظیموں اور جماعتوں کی بھرمار ہے۔

5۔ مشترکات کو نظر انداز کرنا:

مذہبی روایات میں مختلف نظریات کے حامل افراد کے محاسن عموماً نظر انداز کر دیے جاتے ہیں ہمارے ہاں کا مذہبی ذہن کرید کرید کر وجوہ نزاع نکالنے میں بڑی دلچسپی سے مگن رہتا ہے اور یوں صلاحتیں تخریب میں صرف ہونے لگتی ہیں۔ اسی اختلاف کی تلاش کا نشہ مشترکات

کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا۔ آج قرآن کی آیت (آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے) میں موجود کھلی ہدایت اپنے ماننے والوں سے عمل درآمد چاہتی ہے۔

6۔ پیغمبرانہ دعوت سے انحراف:

حکمت و نصیحت کی حامل اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی دعوت دین ہمیشہ صحیح جذبہ صحیح طریقہ اور صحیح نیت پر مبنی رہی ہے ناصحانہ اسلوب، سچی تڑپ اور بشارت وانذار اس کے لوازمات سمجھے جاسکتے ہیں مگر افسوس اس کی جگہ مناظرانہ کج بحثی، تنقیدی تلخ نوائی اور کرخت لہجہ وللکار نے لے لی ہے۔ نتیجہ معلوم کہ تلخیاں بامِ عروج تک جاپہنچیں۔

7۔ بے مہار خطابت:

خطابت کا فریضہ جب نااہل، ناقص العلم اور بے مہار خطبا انجام دینے لگ جائیں تو یقیناً عوامی جذبات کا بے دردی سے استحصال شروع ہونے لگتا ہے، دلوں میں عصبیتوں کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں۔ پھر انہی شعلوں کی روشنی میں فرقہ واریت کے ناجائز محلات تعمیر کر دیے جاتے ہیں۔ ماہنامہ البرہان میں پروفیسر ملک محمد حسین لکھتے ہیں:

"تاریخی طور پر ہند و پاکستان کے دینی مدارس فرقہ واریت کے علمبردار رہے ہیں۔ ان مدارس کے مختلف الرائے ہونے کی کوئی علمی وجہ بھی ہو سکتی ہے لیکن ان کے توسط سے مسلم امہ کو تقسیم کرنے کا عمل بھی بنیادی طور پر معاشی، سیاسی اور سماجی ہے ان مدارس کے اربابِ حل وعقد شاید (خاکم بدہن) اللہ کے خوف سے اور آخرت کی جواب دہی کے احساس سے اس قدر عاری ہو چکے ہیں کہ مسلمانوں کو تقسیم کر کے کمزور کرنے اور فرقہ واریت سے تنگ آئے نوجوانوں کا دین اسلام سے برگشتہ ہونے کا انہیں کوئی احساس نہیں ہے۔ سامنے کی بات یہ ہے کہ لوگ جمعہ کے روز مساجد میں اس وقت آتے ہیں جب مولوی صاحب تقریر ختم کرنے کے قریب اور خطبے کی اذان ہونے والی ہو۔ لوگ ان فرقہ باز مولویوں کے قصے کہانیاں نہیں سننا چاہتے"۔[40]

8۔ ترجیحات کی غلط ترتیب:

قرآن نے آپس میں مہربان اور دشمن پر سختی اختیار کرنے کی تعلیم دی تھی لیکن ہم نے پیمانے الٹ دیے۔ ضروری تھا کہ ہماری ترجیحات اسلام کی بنیاد پر ترتیب دی جائیں اس سے لازماً اسلامی عصبیت کا ظہور ہوتا جس کا لازمی نتیجہ کفر سے نفرت ہوتا لیکن یہاں ترجیحات مسلک کی بنیاد پر طے کی گئیں جس کی کوکھ سے مسلکی تعصب نے جنم لیا۔ برصغیر میں مسلم اقتدار کے خاتمے اور برطانوی راج کے سریرائے اقتدار ہونے کے ساتھ ہی بہت سے نئے مذہبی گروہوں کا ظہور ہوا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ فرقہ وارانہ گروہ جڑیں پکڑتے گئے۔ وہابی تحریک کے علاوہ اہلحدیث، بریلوی، دیوبندی اور شیعہ برطانوی دور کے اہم مکاتب فکر تھے"۔[41] تقسیم کرو اور حکومت کرو" کی حکمت عملی کے پیچھے بھی یہی فرقہ وارانہ تقسیم اپنا کردار ادا کر رہی تھی۔ برطانوی نو آبادیات سے ہی فرقہ وارانہ تقسیم اپنی خرابیوں کے کمال تک پہنچنا شروع ہو گئی تھی اور یورپین آباد کار اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ اس وقت تک اسلام پر مکمل گرفت ممکن نہیں جب تک مسلمانوں کو تقسیم نہ کیا جائے کیونکہ فرقہ وارانہ اختلافات ہی ایمان اور عقیدہ کو باسانی تباہ کر سکتے ہیں۔[42] یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ اور ان جیسے دیگر علماء نے مسلمانوں کے مذہبی عقائد و نظریات کو مستحکم و متحد کرنے کی بھرپور سعی کی اور انہوں نے نہ صرف دوٹوک الفاظ میں اسلام کے نام پر مختلف فرقوں کے

نظریات کورد کیابلکہ مسلمانوں کو یہ باور کرایا کہ اسلام دشمن عناصر فرقہ وارانہ چپقلش سے فائدہ اٹھاناچاہتے ہیں۔[43]

9 ۔اسوہ اسلاف ملحوظ رکھنا:

مذہبی اختلافات کے مرحلہ میں اسلاف کے اسوہ کوملحوظ نہیں رکھاجاتا۔ضروری ہے کہ جن ہستیوں سے نسبت دی جاتی ہے ان کے رویوں کی جھلک بھی ہمارے رویوں میں نظر آنی چاہیے۔زید حامد جارج برنارڈ شاہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "اسلام میں اچھائی ہے مگر افسوس مسلمان اسلام کے اچھے پیروکار نہیں،یعنی ہم اپنی چیزیں اچھے طریقے سے پیش نہیں کرسکے"۔[44]

فرقہ واریت کے خاتمے کیلئے تجاویز:

ذیل میں چند تجاویز دی جارہی ہیں تاکہ فرقہ واریت کا خاتمہ ممکن ہوسکے۔

1۔ایسی تقریر وتحریر سے اجتناب کیاجائے جس سے کسی بھی طبقہ کی محترم شخصیات اور عقائد کی اہانت کا تاثر ابھرتا ہو۔

2۔علماء وخطباء کیلئے کچھ ضابطے متعین ہوں جن کے ذریعے نااہل اور بے مہار خطباء منبر سے دور رکھے جاسکیں۔

3۔ہر مسلک کے علماء پر مشتمل ایک سپریم کونسل تشکیل دی جائے جو مسلکی تنازعات میں مصالحتی کمیشن کا کردار ادا کرے۔

4۔ریاست اور علماء کے تعاون سے ایک ایسا بورڈ تشکیل دیا جائے جس کی تصدیق کے بغیر کوئی لٹریچر چھاپنا جرم قرار پائے۔

5۔مذہبی تعلیمی اداروں میں وحدت امت اور حقوق انسانی کے موضوع پر مفید لٹریچر شامل نصاب کیاجائے۔

6۔مدارس کے اساتذہ میں یہ شعور اجاگر کیا جائے کہ مخالف مسالک وشخصیات کی اہانت سے باز رہیں اور طلبہ کو بھی باز رہنے کی تربیت دیں۔

خلاصہ کلام

حاصل بحث یہ کہ مسلمانوں کواپنے اندر کے اختلافات اور فرقہ بندی کی عفریت کو ختم کرنے کیلئے کام کرنا ہوگا۔آج ضرورت اس امر کی ہے کہ امت مسلمہ کو اکٹھا کیا جائے کیونکہ اس امہ کی سالمیت وبقا صرف اور صرف اتحاد میں مضمر ہے مگر قسمت کی ستم ظریفی کہ دشمنان اسلام نے سازشوں کے تحت ہمارے حالات اس نہج پر پہنچادیے ہیں کہ شاید مستقبل قریب یابعید میں ہمیں اپنی عزت وآبرو اور نظریہ پاکستان کے دفاع کی خاطر جنگ لڑنی پڑی۔اس لیے مسلم امہ کو اپنے گریبانوں میں جھانکتے ہوئے اپنی کوتاہیاں دور کرنا ہوں گی کیونکہ صیہونی طاقتیں نظریاتی ومذہبی بنیادوں پر اسلامی تشخص کو تباہ کرنے کی کوشش میں ہیں اور یہی ان کی خارجہ پالیسی کا مطمع نظر اور نصب العین ہے۔لہٰذا مسلمان امہ کو اب خواب غفلت اور فرقہ واریت کی غلامی کو ترک کرنا ہوگا اور باہم متحد ہوکر عظیم اور لازوال اسلامی دنیا کی تعمیر کیلئے سر توڑ کوشش کرنا ہوگی۔اور فروعی مسائل کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اسلام کے بنیادی عقائد اور اساس پر زیادہ توجہ دی جانی چاہیے تاکہ مسلمان امت میں اتحاد واتفاق پیدا ہونے سے ان کی قوت میں اضافہ ہوسکے۔اور اقوام عالم ان کی بات کو اہمیت دینے پر مجبور ہوجائے۔بقول اقبال:

معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز
از خواب گراں خواب گراں خواب گراں خیز

حواشی و حوالہ جات

[١] Hussain Haqqani, Pakistan: Between Mosque and Military (Washington: Carnegie Endowment for International Peace, ٢٠٠٣), ٢٣.

[2] تکفیر کا مطلب مسلمان کا مسلمان کو کافر کہنا ہے۔ یہ سب نظریاتی و فکری اختلافات کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ سعودی عرب میں رہنے والا گروہ جو نظریاتی طور پر سنی ہے سلفی کہلاتا ہے اور ایران میں رہنے والا دوسرا مخالف گروہ شیعہ کہلاتا ہے۔

[3] زید حامد، اسلام کا سیاسی تصور: پاکستان میں مذہبی و فرقہ وارانہ تشدد، (گوجرانوالہ، براس ٹیکس، ۲۰۰۸)، ۱۰

[4] ایضاً، ۲۲۔۲۱

[5] ابوداؤد سلیمان بن الاشعث الازدی السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب السنتہ، باب شرح السنتہ، جلد۴، (لاہور، دارالسلام پبلشرز، ۲۰۰۸)، حدےث: ۴۰۹۷

[6] مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی، تہتر فرقے، (لاہور، بزم فیضان اویسیہ، س۔ن)، ۳

[٧] International Encyclopaedia of the Social Sciences (New York: The MacMillan Company & The Free Press, ١٩٦٨), ١٤:١٣٠.

[٨] The Oxford English Dictionary (London: Oxford University Press, ١٩٦١), ٩:٣٦١.

[9] یونس: ۱۹

[10] ایضاً

[11] البقرہ: ۲۱۳

[12] مولانا ابوالکلام آزاد، تفسیر ترجمان القرآن، جلد ا، (لاہور، اسلامی اکادمی، س۔ن)، ۲۱۹

[13] علامہ عنایت اللہ خان المشرقی، حدیث القرآن، (راولپنڈی، فروغ اسلام فاؤنڈیشن، س۔ن)، ۳۔۴

[14] ھود: ۱۱۸۔۱۱۹

[15] عبدالکریم اثری، تفسیر عروۃ الوثقیٰ، جلد ۲، (گجرات، مکتبہ الاثریہ، ۱۹۹۵)، ۳۲۲۔۳۲۳

[16] زید حامد، بحوالہ سابقہ، ۸۔۹

[17] العمران: ۱۰۳

[18] روم: ۳۱۔۳۲

[19] المشرقی، بحوالہ سابقہ، ۸

[20] سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، جلد ۳، (لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۸۲)، ۷۵۵۔۵۶

[21] البقرۃ: ۱۱۱۔۱۱۳

[22] آزاد، بحوالہ سابقہ، ۱۸۱

[23] العمران: ۱۰۳

[24] محمد بن مرتضیٰ معروف بہ ملا فیض کاشانی، تفسیر صافی، مترجم سید تلمیذ حسنین رضوی، جلد ۲، (نیو جرسی، ادارہ نشر دانش، ۲۰۰۹)، ۱۱۶

[25] عبدالحہ فاروقی، تفسیر الفرقان فی معارف القرآن، جلد ۱، (کراچی، حکمت قرآن انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۱۰)، ۴۴۳

[26] الانعام: ۱۵۳

[27] امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، جلد ۳، (لاہور، فاران فاؤنڈیشن، ۱۹۸۵)، ۲۰۴

[28] الانعام: ۱۵۹

[29] مودودی، بحوالہ سابقہ، ۲۰۴

[30] مولانا ثناءاللہ امر تسری، تفسیر ثنائی، جلد ۱، (لاہور، مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۲)، ۴۴۲

[31] الشوریٰ: ۱۳

[32] الانعام: ۶۵

[33] القصص: ۴

[34] الانفال: ۴۶

[35] التوبہ: ۱۰۷

[36] طہٰ: ۹۲

[37] ایضاً، ۹۳

[٣٨] Syed Shujaat Tirmazi, Sectarianism: An Analysis (Lahore: Dairah-tul-Fiqr, n.d), ٢٨.

[39] بغی کا مطلب بغاوت یا سرکشی ہے۔

[40] پروفیسر ملک محمد حسین، فرقہ واریت کی وجوہات اوران کا حل، البرہان، لاہور، ۱: ۱۲، (۲۰۱۴)، ۲۲

[٤١] Muhammad Nadeem Shah, “Evolution of Sectarianism in Pakistan: A Threat to the State and Society”, A Research Journal of South Asian Studies, Lahore, ٢٩:٢, (٢٠١٤), ٤-٥.

[٤٢] N.K. Singh, Islam: A Religion of Peace (Delhi: Global Vision Publishing House, ٢٠٠٢), ٢٠٧.

[٤٣] Ibid., ٢٠٧.

[44] زید حامد، بحوالہ سابقہ، ۶